حضرت امام علی رضاؑ

حجۃ الاسلام مولانا سید محسن مظفر نقوی صاحب نبیرۂ حکیم الامت علامہ ہندیؒ

نیشاپور میں امام ۔ کاؤ رود

عیون اخبار الرضاؑ اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ابو واسع محمد نیشاپوری اپنی دادی خدیجہ بنت حمدان سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت امام علی رضا ۔ نیشاپور میں وارد ہوئے تو عربی محلہ میں بلاشاباذ (یا بلاشاباد) کے مقام پر میری دادی کے یہاں فروکش ہوئے۔ اس جگہ کو اس وجہ سے ''پسندہ'' کہا جاتا ہے کہ امام رضا ۔ نے اسے اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔[۱]

کتاب تاریخ نیشاپور میں محمد بن ابی سعد بن عبدالکریم وزان سے نقل کیا گیا ہے کہ جناب علی بن موسی الرضاؑ نیشاپور میں وارد ہوئے۔ یہ ایک ایسا سفر تھا جس سے حضرتؑ کے اختصاص و امتیاز کا اندازہ ہوتا ہے جو حضرتؑ ہی کے لئے تھا۔[۲] حضرت ایک ہودج میں تشریف فرما تھے جو ایک خچر پر رکھا ہوا تھا۔ جب حضرتؑ کی سواری نیشاپور کے چہار بازار میں پہنچی تو دو محدثین جن کے نام ابوزاعہ اور محمد بن اسلم طوسی تھے حضرتؑ کے پاس آئے اور کہا: [۳] اے سید! سادات کے بیٹے، اے امام، اے فرزند ائمہؑ، اے سلالۂ طاہرۂ مرضیہ، اے خلاصۂ زاکیہ نبویہ، آپ کو آپ کے پاک بزرگوں اور نفوس قدسیہ کی قسم اپنا چہرۂ تابناک ظاہر فرمایئے اور خلق کو اپنے نور سے منور فرمایئے، اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے کہ:

''اپنے چہرۂ مقدس سے نقاب اٹھایئے تاکہ خلق اللہ ایک روز میں دو سورجوں کو عیاں دیکھ لے۔ اور آپؑ مجھ سے کوئی حدیث بھی بیان فرمایئے۔ تاکہ میں ہمیشہ اس حدیث کو یاد رکھوں اور میرے لئے ہمیشہ کے لئے مایۂ افتخار ہوجائے۔''

حضرتؑ نے یہ عرض داشت سنی تو ایک نظر نقاب پر ڈالی، ہودج کے پردہ کو اوپر کی طرف اٹھایا اور مسلمین کی آنکھیں سورج کی سی روشنی سے خیرہ ہوگئیں۔

حضرتؑ نورانی صورت لئے، دو خوبصورت گیسو مثل گیسوانِ رسولؐ خدا شانے پر پڑے ہوئے نمودار ہوئے۔ لوگوں نے حضرت کے مرکب کو گھیر لیا۔ بعض حضرات نے تو وفورِ جذبات سے اپنے کپڑے تک چاک کردیئے۔ بعض نے ہوش و حواس ایسے کھوئے کہ منہ زمین سے رگڑنے لگے۔ جو لوگ نزدیک تھے وہ ہاتھ پیر، بال، زین اور رکاب تک چوم رہے تھے، اور اس حالت کو دیکھ کر بہت سے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، لیکن یہ فرط انبساط کی اشکباری تھی غم واندوہ کی نہیں۔[۱] اسی ہنگامے میں نیشاپور کے قاضیوں اور محدثوں

[۱] عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۳۳ / مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲ ص ۳۹۸

[۲] کشف الغمۃ، ص ۱۷۱ [۳] عیون اخبار الرضا، ج ۲ ص ۱۳۴-۱۳۳

[۱] تاریخ نیشاپور

نے پکار کے کہا:

''اے گروہ مردم! گوش برآواز ہو جاؤ کہ امامؑ وقت، سبط نبیؐ، حامل احکام شریعت کی زبان کھلتی ہے۔''

یہ سننا تھا کہ لوگ یکدم خاموش ہو گئے اور آپ نے حدیث سلسلہ الذہب ارشاد فرمائی، اس کو لکھنے والوں کی تعداد ۲۴ر ہزار تھی۔ جو لوگ محض سن رہے تھے وہ بے شمار تھے۔

حدیث سلسلۃ الذہب

قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ مُوْسَى بْنُ جَعْفَرٍ الْكَاظِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ شَهِيْدُ اَرْضِ كَرْبَلَا: قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ شَهِيْدُ اَرْضِ الْكُوْفَةِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ وَابْنُ عَمِّيْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ قَالَ حَدَّثَنِيْ جِبْرَئِيْلُ قَالَ سَمِعْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: كَلِمَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِيْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِيْ۔[۱]

''علی بن موسیٰ الرضا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد ماجد موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہ السلام نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد جعفر بن محمد الصادقؑ نے کہا حدیث بیان کی میرے والد محمد بن علی الباقر ؑ نے کہا حدیث بیان کی میرے والد علی بن الحسین ؑ نے کہا حدیث بیان کی میرے والد حسین ابن علیؑ شہید ارض کربلا نے، کہا حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد امیر المومنین علی بن ابی طالب۔ شہید ارض کوفہ نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے میرے بھائی اور ابن عم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے جبرئیل نے کہا میں نے رب العزت سبحانہٗ وتعالیٰ سے سنا کہا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔

نیشاپور میں حضرت امام علی رضا ؑ سے بہت سے خوارق عادات امور ظاہر ہوئے اور آپؑ نے علم وحکمت کے بے پناہ موتی رولے۔ یہاں سے نکل کر آپؑ ''دہ سرخ'' پہنچے۔

امام مرو میں

مشہور مورخ مسعودی نے ''اثبات الوصیۃ'' میں اور شیخ مفیدؒ نے ''الارشاد'' میں لکھا ہے کہ جب امام رضا ؑ کے پہنچنے کی خبر ''مرو'' پہنچی تو مامون نے حکم دیا کہ استقبال کے تمام لوازم تیار کیے جائیں اور امراء وپیشوا اور بزرگان شہر سب کے سب حضرتؑ کے استقبال کے لئے جائیں۔ مامون خود بڑھا اور اس نے امامؑ کا استقبال کیا اور حضرتؑ کی عزت وتعظیم وتکریم بجالایا اور لوگوں کے سامنے ایک خطبہ میں حضرتؑ کی فضیلت آشکار کی۔[۱]

آپؑ کو ولی عہدی کی پیش کش

حضرت امام علی رضا ؑ جب مرو تشریف لائے تو

[۱] یہ حدیث عیون اخبار الرضاؑ، منتخب التواریخ، اعیان الشیعہ، کشف الغمۃ، مناقب ابن شہر آشوب، اخبار وآثار امام رضاؑ، زندگانی امام رضاؑ میں مختلف الفاظ میں درج کی گئی ہے۔

[۱] اثبات الوصیۃ، ص ۱۷۶ / ارشاد، ص ۲۸۲

شیخ مفیدؒ کے قول کے مطابق مامون نے چند روز توقف کیا، پھر آپؑ پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔

فصل الخطاب میں محمد پارسا نے لکھا ہے کہ جب مرو میں امام رضا -مامون کے پاس پہنچے تو اس نے خلافت قبول کرنے کے لئے عرض کیا۔ امام -نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا! خدائے عز وجل کی قسم مجھے زہد اور دنیا سے بے رغبتی پر فخر ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے کو مکرم ومحترم کرنے کی کوشش میں ہوں مجھے تمہارے عہدے کی کوئی ضرورت نہیں۔[۱] پارسا نے مزید لکھا ہے کہ مامون کے اصرار پر آپ نے روتے ہوئے خلافت کے بجائے ولی عہدی قبول کی۔

ابن طقطقی نے لکھا ہے کہ امام - ''مروٗ'' پہنچے اور مامون نے آپ کو مجبور کیا کہ عہدۂ خلافت آپؑ قبول فرمالیں لیکن آپ نے کہا کہ میں اس امر کو قبول نہیں کرسکتا، مامون نے کہا کہ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو ولی عہدی قبول فرمالیں، آپ نے بہ جبر واکراہ قبول فرمایا۔[۲]

حضرتؑ کی ولی عہدی اور بنوعباس کا امتحان

مامون (مؤرخین کے مطابق) اہلبیتؑ سے بہت عقیدت رکھتا تھا اور خاص طور پر امام علی رضا -سے تو اس کو بہت محبت تھی۔[۳]

شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں (یعنی ۲۰۱ھ میں) حضرت علی رضا -امام ہشتم موجود تھے، جن سے مامون دلی ارادت رکھتا تھا اور چونکہ زہد وتقدس کے علاوہ ان کا فضل وکمال بھی خلافت کے شایان تھا، مامون نے

[۱] فصل الخطاب، ص ۳۷۲ [۲] الفخری، ص ۲۹۲ [۳] المامون، ص ۷۳

ان کو ولی عہد کرنا چاہا۔ اس سے قبل اس نے ۲۰۰ھ میں فرامین بھیجے کہ تمام ممالک میں جس قدر عباسی خاندان کے لوگ ہیں آستانۂ خلافت میں حاضر ہوں۔ (ابن کثیر کے بقول) اس زمانہ میں ۳۳ ہزار عباسی دنیا میں موجود تھے یہ سب کے سب آستانۂ خلافت پر جمع ہوئے اور مامون نے ان سب کا استقبال کیا اور یہ لوگ پورے سال شاہی مہمان کی حیثیت سے رہے۔ مامون نے اس عرصہ میں ہر ایک کو امتحان کی نگاہ سے دیکھا (مامون کیونکہ خود بہت عالم وفاضل شخص تھا) وہ سمجھ گیا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو خلافت کے بارگراں کو برداشت کرسکے۔ حضرت علی بن موسی الرضا - کو وہ خلافت کا اہل سمجھتا تھا چنانچہ اس نے ۲۰۱ھ میں اعیان سلطنت اور ارا کین دربار پر مشتمل ایک دربار منعقد کیا اور اس میں سب سے خطاب کرکے کہا کہ آج دنیا میں جس قدر آل عباس ہیں میں ان کی لیاقت کا صحیح اندازہ کرچکا ہوں، نہ ان میں اور نہ آل علیؑ میں کوئی شخص ایسا ہے جو استحقاقِ خلافت میں آپؑ کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے۔[۱]

حضرت امام رضا -کا مامون کی بیٹی سے عقد

مؤرخ طبری کے مطابق ۲۰۲ھ میں مامون نے حسن بن سہل کی لڑکی بوران دخت سے شادی کی نیز اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی امام علی الرضاؑ سے اور دوسرے بیٹی ام الفضل کی شادی محمد بن علی بن موسیٰ سے کی۔[۲] حافظ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الرافعی الشافعی القزوینی نے ''التدوین'' میں لکھا ہے کہ احمد بن محمد کی روایت

[۱] المامون، ص ۷۳-۷۲ [۲] طبری، ج ۸ ص ۳۲۹-۳۲۸/ ابن الاثیر، ج ۶ ص ۳۵۰

ہے کہ انھوں نے یحییٰ بن اکثم کو کہتے سنا کہ جب مامون نے اپنی بیٹی کی شادی علی الرضاؑ سے کرنا چاہی تو مجھ سے کہا کہ تم تقریر کرو اور اس میں ان کی جلالت شان بیان کرو۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین! آپ حاکم اکبر ہیں اور مجھ سے زیادہ کلام پر قادر ہیں آپ ہی تقریر کریں۔ مامون نے کہا:

الحمد للّٰہ الذی تصاغرت الامور لمشیتہ۔ ولا الٰہ الّا اللّٰہ اقرارًا بربوبیتہ وصلی اللّٰہ علی محمّد عبدہٖ امّا بعد! فانّ اللّٰہ تعالیٰ جعل النکاح الذی رضیہ حکمًا وانزلہٗ وحیًا سببًا للمناسبۃ، الّا وانّی قد زوجت ابنتی من علی بن موسیٰ الرّضا ومھرتھا والسّلام۔[۱]

حضرتؑ کی شہادت کے اسباب اور اس پر جامع تبصرہ

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں مامون اور اس کا دست راست ذوالریاستین دونوں ہی امام رضا – کے خلاف تھے گو کہ مامون کو اہلبیتؑ کی فضیلت کا اقرار تھا لیکن حکومت حاصل کرنے اور مضبوط کرنے کی خاطر جب مامون نے اپنے بھائی امین کے قتل کی پرواہ نہیں کی اور اس کا سر دیکھ کر فرطِ مسرّت سے سرشار ہوگیا، تو کیسے ممکن تھا کہ وہ کسی دوسرے کو بخش دیتا؟

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ بنوعباس حضرت امام علی رضا –کی ولی عہدی سے سخت ناراض تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مامون کو معزول کر کے اس کے چچا ابراہیم کو اپنا سربراہ قرار دے لیا تھا، لیکن مامون کو اتنے بڑے واقعہ کی قطعاً کوئی خبر نہیں مل سکی تھی، اس موقع پر ابراہیم کے اشعار مسعودی نے نقل کئے ہیں۔[۱]

فلا جزیت بنو العباس خیراً
علی زغمی ولا اغتبطت بری

بنوعباس کو جزائے خیر نہ ملے اگرچہ یہ میری خواہش کے خلاف ہے اور نا قابل رشک سیرابی انھیں حاصل ہو۔

اتونی مھطحین وقد اتاھم
بوار الدھر بالخبرالجلی

وہ میرے پاس بڑے تذلّل کے ساتھ آئے کیونکہ ان پر زمانے کی ہلاکت علانیہ بربادی کی خبر لئے ہوئے آچکی ہے۔

وقد ذھلی الحواضن عن بینھا
وصد الثدی عن فم الصبی

حالت یہ تھی کہ مائیں اپنے بچوں کو بھول چکی تھیں اور بچے کے منہ سے چھاتی ہٹالی گئی تھی۔

وحل عصائب الاملاک منھا
فشدّت فی رقاب فی علیؑ

عصابۂ حکومت بنی عباس کے گلے سے اتار کر بنی علیؑ کی گردنوں میں باندھ دیئے گئے تھے۔

فضجت ان تشد علی رووس
تطالبھا بمیراث النبیؐ

[۱] التدوین، ج ۴ ص ۵۲ / احقاق الحق، ج ۱۲ ص ۳۸۷-۳۸۶

[۱] التنبیہ والاشراف، ص ۲۴۳-۲۴۲

بنوعباس چیخ اٹھے تھے کہ مبادا یہ دستار ایسے سروں پر نہ بندھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا ان سے مطالبہ کرتے تھے۔

ابراہیم کے خلیفہ بن جانے کے بعد دو اہم واقعات رونما ہوئے، یہ فضل اور امام علی رضا ؑ کے قتل تھے۔ اس کی تفصیل محمد بن علی بن علی بن طباطبا نے الفخری میں یوں لکھی ہے :

مامون نے سیاہ لباس اتار کر سبز لباس پہننے کا فرمان جاری کر دیا۔ یہ سب کچھ خراسان میں ہوا، بغداد میں جب عباسیوں نے یہ سنا کہ مامون نے خلافت کو عباسی گھرانے سے علوی گھرانے میں منتقل کر دیا اور ان کے آباؤ اجداد کے لباس کے رنگ کو بدل کر سبز کر دیا تو وہ برافروختہ ہو گئے اور اس سے ناراض ہو کر اس کو خلافت سے معزول کر دیا اور اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کی بیعت لے لی۔ یہ ابراہیم بہت فاضل، شاعر، فصیح، ادیب اور غضب کا موسیقار تھا چنانچہ افراس بن حمدان اپنے قصائد میں کہتا ہے کہ:

منکم عُلَيَةُ ام منهم و كان لكم

شيخ المغنين ابراهيم ام لهم

(بحر طویل)

عُلَيَة تم میں سے ہے یا ان میں سے؟ اور موسیقاروں کا استاد ابراہیم تمہارا ہے یا ان کا؟[۱]

آگے چل کر وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

فضل بن سہل مامون تک خبریں نہیں پہنچنے دیتا تھا، بلکہ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کوئی شخص مامون کے پاس پہنچ کر اسے خبر دے آیا ہے تو وہ اسے ایذا پہنچاتا اور سزائیں دیتا تھا، اس لئے لوگوں نے مامون سے ایسی باتیں کرنا ترک کر دی تھیں اور اسے ضروری اطلاعات نہیں پہنچ پاتی تھیں۔ انتہا یہ ہے کہ جب بغداد میں فتنوں نے سر اٹھایا اور مامون کو معزول کر کے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر لی گئی اور عباسی حضرات مامون کے فعل سے برافروختہ ہو گئے تو فضل بن سہل نے اس خبر کو بھی مدتوں مامون سے چھپائے رکھا، آخر کار علی بن موسی الرضا ؑ مامون کے پاس گئے اور مامون سے فرمایا کہ بغداد کے لوگوں نے میری ولی عہدی کی بیعت کرنے سے اور لباس کا رنگ بدلنے سے انکار کر دیا ہے اور آپ کو معزول کر کے آپ کے چچا ابراہیم بن المہدی کی بیعت کر لی ہے۔ علی بن موسی الرضاؑ نے جرنیلوں کی ایک جماعت کو بھی اس خبر کی تصدیق کے لئے بلوایا۔ مامون نے جب ان جرنیلوں سے حالات دریافت کئے تو وہ خاموش رہے اور کہا کہ ہمیں فضل کا ڈر ہے اگر آپ ہمیں اس کے شر سے بچانے کا ذمہ لیں تو ہم سب باتیں آپ کو بتا دیں۔ مامون نے اپنے ہاتھ سے پروانۂ امان لکھ دیا تو انھوں نے تمام حالات بیان کر دیئے اور فضل کی خیانت سے آگاہ کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ فضل مامون کو کس طرح اندھیرے میں رکھتا ہے اور خبروں کو اس سے چھپاتا ہے۔ انھوں نے مامون کو یہ بھی رائے دی کہ آپ خود بغداد جا کر اس کا تدارک کیجئے ورنہ آپ کے ہاتھ سے خلافت نکل جائے گی۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد فضل بن سہل اور امام علی رضا ؑ کا قتل ظہور میں آیا۔[۱]

[۱] الفخری، ص ۲۶۳ / طبری، ج ۸ ص ۳۲۸-۳۲۶ / ابن خلدون، ج ۳ ص ۱۷۵

[۱] الفخری، ص ۶۵-۶۴

ان واقعات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ فضل بن سہل اور امام علی رضا ؑ کو مامون ہی نے قتل کروایا تھا۔ فضل کو تو اس کی بد دیانتی کی سزا ملی اور امام رضا ؑ کی ولی عہدی کے ردّعمل کے طور پر، کیونکہ بنو عباس مامون کے خلاف ہو گئے تھے اور انھوں نے مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنالیا تھا۔ مامون نے جب یہ دیکھ لیا کہ امام علی رضا ؑ کے ولی عہد ہوتے ہوئے میری خلافت وحکومت مضبوط نہیں ہوسکتی تو جس طرح اس نے اپنے بھائی امین پر لشکر کشی کر کے اپنی راہ سے ہٹا دیا اسی طرح حضرت امام علی رضا ؑ کو بھی شہید کرا دیا۔

شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ ''شیعہ بلا استثناء اس پر متفق ہیں کہ خود مامون نے زہر دلوایا، افسوس ہے کہ ہم کو شیعوں کی تاریخی تصنیفات نہیں ملیں کہ ہم اس بحث کو دونوں فریق کی روایتوں کے لحاظ سے فیصل کر سکتے، تمام وہ بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے سنّیوں ہی کی تصنیفیں ہیں، اور بظاہر ان میں مذہبی حیثیت کا خاص خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ تاریخی واقعات کی نسبت سے ہم کو انھیں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے ایک مؤرخ نے بھی مامون پر یہ الزام لگانے کی جرأت نہیں کی ہے بلکہ علامہ ابن اثیر نے صاف لفظوں میں اس غلط خیال پر استعجاب کا اظہار کیا ہے۔ مامون الرشید کے زمانہ سے نہایت قریب تر تاریخ جو آج تک دستیاب ہوسکتی ہے ابن واضح یعقوبی کی تاریخ ہے۔ یہ مصنف مامون کے زمانہ کے واقعات کو ان لوگون کی زبانی روایت کرتا ہے جو خود مامون کے عہد میں موجود تھے۔ ہم اس کی تاریخ میں شیعیت کا اثر بھی پاتے ہیں تاہم اس نے مامون کے بجائے یہ بدگمانی علی بن ہشام کی نسبت کی ہے۔ تاریخی اصولِ تحقیق سے اگر ہم کام لیں تو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ مامون نے حضرت امام علی رضا ؑ کو ولی عہدِ خلافت مقرر کیا تو اس سے اس کو کوئی سازش مقصود نہ تھی۔ حضرت علی رضاؑ کوئی سیاسی شخص نہ تھے نہ ان سے حکومت عباسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا جیسا کہ شیعوں کا دعویٰ ہے۔ مامون کو اہلبیتؑ سے جو دلی خلوص تھا اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ حضرت علی رضاؑ کے بعد مامون کا طریق عمل سادات کے ساتھ کیا رہا؟ اس خاص حیثیت سے مامون کے ان تمام حالات وواقعات کو ترتیب دو جو حضرت علی رضاؑ کی وفات سے پہلے اور بعد میں پیش آئے۔ یہ مرتب اور نتیجہ خیز سلسلہ خود بتا دے گا کہ مامون پر غلط اتہام ہے، بے شبہ مامون کے خاندان والے حضرت علی رضاؑ کی ولی عہدی سے ناراض تھے۔ انھیں میں سے کسی نے یہ بے ہودہ حرکت کی ہوگی۔''[۱]

مولانا شبلی نعمانی کے اس بیان میں چند غلطیاں ہیں جن کی وضاحت نہایت ضروری ہے:

۱- مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ بڑی بڑی تاریخی کتابیں سنّیوں ہی نے لکھی ہیں اور ان کے خیال ودعوے کے مطابق کسی ایک مؤرخ نے بھی یہ الزام مامون پر عائد کرنے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ابن اثیر نے تو صاف صاف لفظوں میں اس پر استعجاب کا اظہار کیا ہے۔

[۱] المامون شبلی نعمانی، ص ۸۳

ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑی بڑی تاریخی کتابیں سنّیوں کی تصانیف ہیں اور شیعوں نے کوئی قابل ذکر تاریخ نہیں لکھی لیکن ابن اثیر کی حیرت واستعجاب کا اس کی تاریخ میں کوئی پتانہیں ملتا۔ ابن اثیر نے تو اپنی تاریخ میں ۲۰۳ھ کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اسی سنہ میں علی بن موسیٰ الرضاؑ نے انتقال فرمایا۔ ان کی موت کا سبب انگور بنے جو انھوں نے کھائے تھے، یہ انگور تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ان کا انتقال اچانک ہوا، یہ صفر کے آخری ایام کی بات ہے، آپ نے طوس میں انتقال کیا، مامون نے آپ کی نماز پڑھائی اور آپؑ کو رشید کے پاس دفن کیا۔ جب انھیں دفن کیا جارہا تھا تو مامون اپنے والد کی قبر کے پاس کھڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مامون نے آپ کو انگوروں میں زہر دیا تھا اور انگور آپ کو بہت پسند تھے۔''[۱]

اب اثیر کے علاوہ طبری[۲] اور ابن خلدون[۳] نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اس دعوے میں مسعودی، ابن طباطبا، شبلنجی، محمد بن طلحہ شافعی وغیرہ بھی شریک ہیں۔[۴] ان کے علاوہ روضۃ الصفا، صفحہ ۲۰، جامع التواریخ، صفحہ ۱۴۹، شواہد النبوہ، صفحہ ۲۵۳، صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۲، فصول المہمۃ، صفحہ ۲۷۸، ینابیع المودۃ، صفحہ ۲۶۳، پر بھی اس بات کا اعتراف موجود ہے لیکن مولانا شبلی کے پیش نظر یہ کتابیں نہیں رہیں یا پھر انھوں نے تجاہل عارفانہ برتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[۱] ابن اثیر الکامل فی التاریخ، ج۶ ص ۳۵۱

[۲] طبری، ج۸ ص ۳۲۹ [۳] ابن خلدون، ج ۳ ص ۱۷۷

[۴] مسعودی، مروج الذہب، ج۶ ص ۳۳ / ابن طباطبا، الفخری، ص ۲۶۵ / شبلنجی، نور الابصار، ص ۱۴۴ / محمد بن طلحہ شافعی، مطالب السئول، ص ۲۸۸

۲- مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضا ـــ کوئی ملکی شخصیت نہیں تھے اور نہ ہی مامون کو ان سے کوئی خطرہ تھا۔ یہ بھی بڑی لغو بات ہے کیونکہ خود شبلی صاحب نے اس بات کو لکھا ہے کہ بنوعباس ان کی ولی عہدی سے ناراض تھے اور اس قدر برہم تھے کہ انھوں نے مامون کو معزول کرکے اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنالیا تھا اور بغداد میں مامون کے خلاف بہت شورش برپا ہوئی تھی، اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ مامون کو آپ سے کوئی خطرہ نہ تھا، ایک عجیب سی بات ہے۔

مامون کا جو طرز عمل سادات کے ساتھ تھا ہم اسے مامون کے عہد کے سیاسی حالات میں بیان کرآئے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مامون نے آپؑ کو شہید کرنے کے بعد بنوعباس اور اہل بغداد کو لکھا کہ ''تم لوگ ان کی ولی عہدی سے ناراض تھے، اب ان کا انتقال ہوگیا ہے، اب تم لوگ میری اطاعت وفرمانبرداری کرو۔'' لیکن اس پر ایسے سخت خطوط لکھے گئے کہ کسی کو نہ لکھے گئے۔[۱]

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مامون نے محض اپنے اقتدار کی خاطر آپؑ کو شہید کیا اور اپنی دانست میں یہ خوش خبری (معاذ اللہ) اہل بغداد کو بھیجی، آپ کے صاحبزادے اور امام وقت حضرت امام محمد تقی الجواد ـــ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی لیکن مامون آپ سے نہ مل سکا۔[۲] صفر کی آخری تاریخوں میں یہ آفتاب امامت سرزمین سناباد (موجودہ مشہد مقدس ایران) میں غروب ہوگیا۔ ''اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔''[۳]

[۱] طبری، ج۸ ص ۳۲۹ / ابن اثیر، ج۶ ص ۲۵۱ / ابن خلدون، ج ۳ ص ۱۷۷

[۲] جلاء العیون، ج۲ ص ۳۸۰-۳۸۷ [۳] اعیان الشیعہ، ۲ / ۴ ص ۱۰۵ / ابن اثیر، ج۶ ص ۳۵۱